کتاب نقد النثر
اور اس کے مؤلف کی مجہول شخصیت

از مولانا ابو محفوظ الکریم المعصومی استاذ مدرسہ عالیہ - کلکتہ -

(زیر نظر مضمون میں مجلۃ الحج کے ایک مقالہ کا خلاصہ پیش کیا گیا ہے، مارچ ۱۹۵۹ء میں اس کا مسودہ تیار ہوا تھا، لیکن اس کے چھپنے کی نوبت نہیں آئی - اب ایک طویل عرصہ کے بعد قارئین برہان کی خدمت میں پیش ہے - کتاب نقد النثر کے تعارف اور اس کے مؤلف کی شناخت کے سلسلہ میں آج بھی اس کی افادیت تسلیم کی جاسکتی ہے ——— (۱) ——— (تلخیص نگار)

مجلۂ برھان کے دو شماروں میں راقم کا ایک مضمون قدامۃ بن جعفر الکاتب پر اس کی معروف کتاب نقد الشعر (طبع جدید) کے تعارف و تبصرہ میں شائع ہو چکا ہے - اس مضمون میں قدامۃ بن جعفر کی خاندانی اصلیت اور اس کی بعض غیر معروف تصانیف کی تحقیق و نشاندہی کے ضمن میں چند باتیں پہلی دفعہ زیر بحث آئی تھیں، جن کی طرف قدامہ کے تذکرہ نگاروں نے توجہ نہیں کی -

قدامہ کی ذات سے منسوب کتاب نقد النثر کے انتساب کی بابت نقد الشعر (طبع جدید) کے ایڈیٹر ص-۱- بونیباکر نے جو کچھ تازہ ترین تحقیقات سے اخذ کیا ہے اس کا خلاصہ راقم کے مضمون میں درج ہے کہ بونیباکر کی پیش کردہ تحقیق پر استدراک کرتے ہوئے ہم نے اس مسئلہ کی وضاحت کرنے کی کوشش کی ہے - کہ آخر نقد النثر کو قدامہ کی طرف غلط کیوں منسوب کیا اور اس غلط انتساب کے اسباب و وجوہ کیا ہو سکتے ہیں۔

اس سلسلہ میں ہمارا خیال یہ ہے کہ قدامہ بن جعفر نے نقد الشعر کی طرح ایک مستقل کتاب نثر نگاری کے فن پر بھی لکھی تھی جو ہم تک نہیں پہنچی بلکہ عام تذکرہ نگاروں کو بھی اس سے واقفیت نہیں ہو سکی - قدامہ کی یہ کتاب گمان غالب یہ ہے کہ کتاب الخراج وصناعۃ الکتابہ سے الگ تھی اپنے خیال کی تائید میں راقم نے دو مستند و ثقہ ادیبوں کی تحریر سے استدلال کیا تھا - ان میں سے ایک قابوس بن وشمگیر کے رسائل کا جامع و مرتب عبدالرحمٰن بن علی الیزدادی ہے جس نے رسائل

قابوس (مسمّی بہ کمال البلاغہ) کے پیش لفظ میں قدامہ بن جعفر کی ایک تالیف کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے کہ اسی کو دیکھ کر رسائل قابوس کی ترتیب و تدوین کا خیال پیدا ہوا۔ اس کتاب کا نام یزدادی نہیں بتاتا لیکن اس کے بیان سے جو بات قرار واقعی ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ فن نثر میں قدامہ کی ایک مستقل کتاب اس کی نظر سے گزری تھی جس میں نثر نگاری کے اصول و ضوابط سے بحث تھی۔ گویا یزدادی کا اشارہ کتاب الخراج وصناعۃ الکتابہ کی طرف نہیں ہو سکتا کہ اس میں نثری مسائل وابواب ضمنی طور مذکور ہیں۔ دوسرا شخص مقامات حریری کا مشہور شارح احمد بن عبدالمومن شریشی ہے، جس نے موضوع کتابت پر قدامہ کی تالیف سر البلاغۃ کا نام بتایا ہے۔ کتاب سر البلاغۃ کا نام ہمیں ابن الندیم یا یاقوت کے یہاں نہیں ملتا۔ ان دو شہادتوں کے بعد ہمارا یہ دعویٰ کچھ بیجا نہیں کہ قدامہ بن جعفر کی تصانیف کی جو فہرست تذکرہ نگاروں کے یہاں محفوظ رہ گئی ہے وہ کامل نہیں سمجھی جا سکتی۔ اس دعویٰ کی مزید تائید اس سے ہوتی ہے کہ ابن حوقل کتاب المسالک والممالک میں قدامہ کی ایک کتاب تذکرہ کو اپنے پاس رکھنے کا ذکر کرتا ہے۔ اور کتاب کے لئے تعریفی و توثیقی الفاظ استعمال کرتا ہے اس کے الفاظ ہیں:-

وکان لا یفارقنی کتاب ابن خرداذبہ وکتاب الجیہانی وتذکرۃ ابی الفرج قدامۃ بن جعفر من غیر ان انتفع بتذکرۃ ابی الفرج وان کانت حقا باجمعها وصدق فان سائرها نحو و قد کان یجب ان اذکر منها طرفا فی هذا الکتاب
(المسالک ص ۲ لیدن ۱۸۷۳ء)

"اور جن کتابوں سے میں الگ نہیں رہ سکتا تھا ان میں ابن خرداذبہ کی کتاب، جیہانی کی کتاب اور ابوالفرج قدامہ بن جعفر کا تذکرہ ہے ... لیکن ابوالفرج کے تذکرہ سے کچھ بھی فائدہ قلمبند نہ کرسکا اگرچہ اس کے سارے مندرجات ہر لحاظ سے درست اور صحیح ہیں" اور بالکل ضروری تھا کہ اس کتاب میں تھوڑا حصہ اس کا ذکر کیا جاتا۔

میرے علم میں اس کا ذکر قدامہ کے کسی تذکرہ نگار نے نہیں کیا۔ بہرحال قدامہ کی کتاب سر البلاغۃ بظاہر نثر نگاری کے فنی رموز و نکات کے بیان میں امتیازی شان رکھتی تھی۔ اور غالباً اسی کتاب سے غنی مناسبت کی بنا پر نقد النثر قدامہ کی جانب منسوب کی جانے لگی لیکن قدامہ کی اصل کتاب جو ٹھیک اسی زمانہ

لہ برہان: شمارہ فروری ۱۹۵۸ء (ص ۹۲ - ۱۰۷)، شمارہ مارچ ۱۹۵۸ء (ص ۱۴۵ - ۱۵۵)

جس سرالبلاغہ کے نام سے کم از کم خواص کے زمرہ میں متعارف تھی، جس زمانہ میں کہ نقد النثر کو منسوب کرنے والوں نے قدامہ سے منسوب کیا، شریشی کے بعد گویا اس طرح ناپید ہو گئی کہ اس کا نام بھی عام طور پر فراموش ہوگیا۔ عجیب بات یہ ہے کہ نقد النثر کا نسخہ جو قاضی ابو عبداللہ محمد بن ایوب الغافقی (۵۴۳ھ - ۶۰۸ھ) کیلئے نقل ہوا اور جس کے سرورق پر قدامہ کا نام بحیثیت مؤلف کتاب کے درج کیا گیا، وہ خالص اندلسی حلقہ کا نسخہ ہے، لیکن شریشی کو جو قاضی ابوعبداللہ الغافقی کا نہ صرف ہم وطن بلکہ اس کا معاصر بھی ہے، نقد النثر کے نسخہ کا مطلق علم نہیں۔ شریشی کی لاعلمی اس بات کی واضح دلیل ہے کہ نسخہ نقد النثر کو قدامہ سے منسوب کرنا قطعاً غلط ہے۔ پھر اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ جعل سازی قاضی غافقی کے عہد سے کچھ بہت پہلے کی بات نہیں ہے ورنہ اس سکۂ رائج الوقت کی آواز شریشی کے کانوں میں بھی پڑتی

راقم کے مضمون کو چند ماہ گزرے تھے کہ مجلۃ الحج بابت ماہ صفر ۱۳۷۰ھ (ستمبر ۱۹۵۰ء) میں ایک مضمون کا سلسلہ شروع ہوا جس کا عنوان ہے: کتاب "نقد النثر وشخصیۃ مؤلفہ المجہول"[1] یہ مضمون عبدالمنعم الخفاجی، استاذ ادب، کلیۃ اللغۃ العربیہ، مصر کا تحریر کردہ ہے۔ نفس موضوع کے لحاظ سے مجھ کو اس مضمون سے جو دلچسپی ہو سکتی تھی اس پر مستزاد یہ ہے کہ کتاب نقد النثر کے اس غلط انتساب کی بابت بحث و تجسس میں ایک جگہ عبدالمنعم الخفاجی کا خیال بعینہ راقم آثم کے خیال سے ہم آہنگ ہو جاتا ہے۔ اس فرق کے ساتھ کہ قدامہ کی کتاب سرالبلاغہ کا نام خفاجی نے حاجی خلیفہ کی مشہور کتاب کشف الظنون سے ڈھونڈ نکالا، ان کو شریشی کی اطلاع نہیں۔ البتہ عبدالرحمن الیزدادی کے بیان سے پوری طرح واقفیت ہے۔

نقد النثر کے مجہول مؤلف کی جستجو اور قدامہ سے کتاب کے غلط انتساب کے سلسلہ میں اب تک جو کچھ منفی یا مثبت کوششیں ہو چکی ہیں، خفاجی نے ان سب کا خلاصہ اپنے مسلسل مضمون میں درج کیا ہے اور جا بجا اپنی رائے بھی پیش کی ہے۔ اس لحاظ سے یہ مضمون جامع اور خاصہ اہم ہے

---

[1] دیکھئے مجلۃ الحج صفر ۱۳۷۰ھ / ستمبر ۱۹۵۰ء (ص ۲۹۲ - ۲۹۴)؛ ربیع الاول / اکتوبر (ص ۵۵۶ - ۵۶۱)، ربیع الآخر / نومبر (ص ۶۴۰ - ۶۴۲)۔

ذیل میں اس مضمون کی تلخیص پیش کی جاتی ہے جن موقعوں پر راقم کے خیال میں بحث کی گنجائش تھی۔ توسین کے درمیان اس کی وضاحت حسب موقع کر دی گئی ہے اس تمہید کے بعد خفاجی کا بیان ملاحظہ فرمائیں۔

نقد النثر علم معانی و بیان کی ایک بہترین کتاب ہے، جو اسالیب کلام، نظم و نثر، خطابت جدل، مکالمہ، بلاغت کی حقیقت اس کے اوصاف اور جمالیاتی پہلوؤں کے بیان پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب اپنے مولف کی وسیع ثقافت، دینی و لسانی علوم میں اس کی بصیرت نیز فلسفہ و کلام پر اس کے عبور کا پتہ دیتی ہے اس کا مؤلف ارسطو کی کتاب الخطابہ اور جاحظ کی کتاب البیان والتبیین سے بہت زیادہ متاثر ہے۔ وہ فن بیان پر لکھنے والوں میں پہلا باکمال صاحب قلم ہے جو ہمیں اس فن کے تدریجی ارتقاء سے روشناس کرتا ہے۔

کلیۃ الآداب نے ۱۹۳۳ء میں اس کتاب کو شائع کیا، کلیہ کے دو استاذوں[1] نے الگ الگ اس پر مقدمے لکھے۔ اس ایڈیشن کی بنیاد ایک منفرد قلمی نسخہ کے عکس پر رکھی ہے جو مکتبہ اسکوریال میں زیر شمارہ ۲۴۲ محفوظ ہے۔ مؤلف کتاب کے تعارف میں بحث و تحقیق کا ایک ہنگامہ برپا رہ چکا ہے اور اہل تحقیق اس سلسلہ میں مختلف تحقیقات پیش کر چکے ہیں:-

علامہ شفیق علی اور استاذ عبد الحمید العبادی دونوں بعض مغربی اہل تحقیق کے اس خیال سے متفق تھے کہ کتاب کا مولف قدامہ بن جعفر متوفی ۳۳۷ھ (کذا۔ صحیح ۳۳۷ھ) ہے۔ بروکلمان اور درنبورغ دونوں کی رائے متفقہ طور پر یہ ہے کہ اس کا مؤلف قدامہ کا ایک شاگرد ابو عبداللہ بن ایوب ہے جس کا نام کتاب کے اولین صفحہ پر ثبت ملتا ہے۔ ان دونوں کی رائے سے صحیحیانے اتفاق کیا لیکن نفی ولافیدا اور کرتشوفسکی دونوں اس خیال کا اظہار کرتے ہیں کہ ابن ایوب ایک اندلسی فاضل ہے جس کا زمانہ قدامہ کے عہد سے بہت بعد میں گذرا ہے اس نے قدامہ کی تالیفات سے مدد لے کر کتاب نقد النثر کو مرتب کیا۔ مستشرقیات کے بعض محقق کسی یقینی نتیجہ تک پہنچنے میں ناکام رہے اور

---

[1] یعنی استاذ عبد الحمید العبادی اور ڈاکٹر طٰہٰ حسین

تردد کے ماسوا کوئی فیصلہ نہ کرسکے۔ ان کی تقلید میں ڈاکٹر طٰہٰ حسین بھی اظہار شک وارتیاب کرتے ہیں (ڈاکٹر طٰہٰ حسین نے اپنے مقدمہ میں بہ صراحت نقد النثر کا مؤلف کسی مجہول شیعی فاضل کو قرار دیا ہے وہ ایک لمحہ کیلئے بھی اس کتاب کو قدامہ سے نسبت دینے کیلئے آمادہ نہیں۔ تعجب ہے کہ خفاجی نے اس موقع پر طٰہٰ حسین کے بیان کو کیوں کر مشکوک قرار دیا !) اس عظیم اختلاف میں پڑکر کسی قطعی نتیجہ تک پہنچنا طالب تحقیق کیلئے ازبس دشوار ہے۔ ان تمام تحقیقات اور استاذ محمد عرفہ نے کلیتہ اللغہ میں ایک سلسلۂ تقریر میں جن مضبوط دلائل سے قدامہ کی طرف اس کتاب کی نسبت کو غلط قرار دیا تھا۔ ان سب کا حاصل مندرجۂ ذیل نتائج سہ گانہ کو سمجھنا چاہیئے —

ا۔ اول یہ کہ کتاب زیر بحث قدامہ کی نہیں ہے۔ اور ممکن نہیں کہ اس کی تالیف ہو اس سلسلہ میں دلائل حسب ذیل ہیں :—

(الف) قدامہ کی جو کتابیں ہم تک پہنچی ہیں ان میں قدامہ نے نقد النثر نام کی کسی کتاب کا ذکر نہیں کیا بلکہ اس نے اس موضوع پر اپنی کسی دوسری تالیف کا بھی حوالہ نہیں دیا ہے۔ بہت سارے فضلاء نے قدامہ کا تذکرہ درج کتاب کیا ہے مثلاً ابن الندیم جس کا زمانہ قدامہ کے زمانہ سے تمام تذکرہ نگاروں کی بہ نسبت قریب تر رہا ہے۔ یا خطیب بغدادی اور ابن خلکان وغیرہ۔ لیکن ان میں سے کسی نے قدامہ کی تصانیف میں اس نام کی کسی کتاب کا ذکر نہیں کیا۔ حالانکہ سب نے اس کی کتاب نقد الشعر کا ذکر کیا ہے۔ اور اس کی اہمیت ایسے لفظوں میں واضح کی ہے کہ ان سے متاثر ہوکر بعض فضلاء کو اس پر شرح و تعلیق لکھنے کا داعیہ پیدا ہوا (یہ دلیل راقم کے خیال میں نہایت کمزور ہے۔ میں نے شروع میں ابن حوقل کے حوالہ سے ثابت کردیا ہے کہ تذکرہ نگاروں کا کسی مصنف کے تمام تصانیف کا شمار کردینا ضروری نہیں) اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ خطیب بغدادی کی تاریخ مدینۃ السلام (یا تاریخ بغداد) کی چودہ ضخیم جلدوں میں کہیں بھی قدامہ بن جعفر کا ذکر نہیں ملتا۔ ابن خلکان کی معروف کتاب وفیات الاعیان کے جتنے ایڈیشن نکلے ہیں خواہ ویستنفیلڈ کا یورپین ایڈیشن ہو یا مصر کا کوئی قدیم یا جدید ایڈیشن، سب قدامہ بن جعفر کے ذکر سے خالی ہیں۔ یہ

معلوم ہے کہ ابن خلکان نے غالباً آخیر وقت تک اپنی کتاب میں اضافوں کا سلسلہ جاری رکھا تھا۔ اور اس کی کتاب کا ایک مکمل ترین نسخہ برٹش میوزیم میں محفوظ رہ گیا ہے بعض دوسرے خزائن میں بھی اس مکمل نسخہ کی نقل ہو سکتی ہے۔ لیکن اب تک کسی صاحب تحقیق کی تحریر میں یہ دعویٰ نظر سے نہیں گذرا کہ قدامہ کا ترجمہ ابن خلکان نے درج کتاب کیا ہو۔ مطبوعہ ایڈیشنوں[۱] کی حد تک میں قطعیت کے ساتھ ابن خلکان کو قدامہ کے تذکرہ نگاروں کی فہرست سے خارج سمجھتا ہوں۔ ان تذکرہ نگاروں کی محققانہ فہرست ڈاکٹر بدوی طبانہ کے حوالہ سے بونیبا کرنے اپنے مقدمہ نقد النثر میں درج کی ہے جو میرے مضمون محولہ بالا میں بھی بونیبا کرکے مقدمہ سے ماخوذ و منقول ملے گی۔[۲]

(ب) ایک مؤلف جس نے شاعری و نثر نگاری پر الگ الگ دو کتابیں ناقدانہ انداز کی لکھی ہوں اس کے لئے ان میں سے کسی ایک کتاب میں دوسری کتاب کا حوالہ نہ دینا بہت مشکل ہے۔ ہمیں نقد النثر کے مجہول مؤلف کا یہ شیوہ نظر آتا ہے کہ وہ اپنی دوسری کتابوں کے حوالے دیتا ہے۔

(ج) اہل بحث و نظر کا قدامہ سے اس کتاب کے انتساب کو مشکوک قرار دینا اور ان میں سے بعض کا بربنائے دلیل، وثوق کے ساتھ یہ کہنا کہ کتاب زیر بحث قدامہ کی تالیف نہیں، اس بات کی نفی کرنے کے لئے کافی ہے کہ کتاب کا مؤلف قدامہ کو قرار دیا جائے۔

(د) قدامہ اپنے نظریات کے لحاظ سے آزاد اور جدت طراز شخصیت کا مالک ہے۔ جیسا کہ کتاب نقد الشعر سے واضح ہوتا ہے جو مسلمہ طور پر قدامہ کی تصنیف ہے۔ اس کے برعکس نقد النثر کے مطالعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کا مؤلف آزاد رو ہونے کے بجائے دوسروں کے نقش قدم پر چلنے کا عادی ہے۔ ہر فصل اور ہر باب میں اس کا مؤلف جاحظ کی پیروی کرتا یا ارسطو کے نظریات سے استدلال اور اس کی کتاب 'خطابت' سے اقتباس کرتا دکھائی دیتا ہے۔

(ہ) نقد النثر کا مؤلف دینی عقائد اور سیاسی رجحانات میں شیعی نقطۂ نظر کا حامی ہے۔ حضرت علی، حسن، حسین، باقر، صادق، الرضا کے نام اس کی زبان پر بار بار آتے ہیں۔ قدامہ کی ذات کو اس نقطۂ نظر

---

[۱] تازہ ترین ایڈیشن جس کی ادارت احسان عباس نے کی ہے ہمارے دعوے سے مستثنیٰ ہے۔ [۲] برہان: فروری ۱۹۷۳ء ص

سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ اس کے رجحانات کا بہترین مظہر کتاب نقد الشعر ہے۔ جن میں شیعیت کی بو باس نہیں۔ پھر حکومتِ عباسیہ کے دفتر میں قدامہ کو جو مرتبہ بلند حاصل تھا وہ دولت عباسیہ کے دشمن عناصر شیعۂ علویہ سے ربط و ضبط پیدا کرنے میں مانع تھا۔ اس بات میں بھی معقولیت نہیں کہ قدامہ پر شیعیت کے اثر کو بالکل تازہ قرار دیا جائے۔ جو ان سیاسی انقلابات کے نتیجہ میں جو قدامہ کی اخیر زندگی میں بنو بویہ کے استبداد اور دولتِ عباسیہ پر ان کی بالادستی (۳۳۴ھ) کی شکل میں رونما ہوئے تھے گویا اضطراری طور پر پیدا ہو گیا ہو۔ بویہی تسلط و اقتدار کے بعد قدامہ نے گنتی کے چند سال گزارے اس طرح آلِ بویہ کے تسلط اور قدامہ کی وفات کے درمیان اتنا مختصر وقفہ تھا جو قدامہ جیسے پختہ شخص کے افکار و رجحانات میں ایسی غیر معمولی تبدیلی برپا کرنے کے لئے ہرگز کافی نہیں ہو سکتا۔

(د) قدامہ کی ثقافت خالص فلسفیانہ تھی۔ جس پر ادبی رنگ غالب تھا۔ یہی وہ ثقافت ہے جو شعر فہمی اور نقد شاعری کے میدان میں گہرائی و گیرائی کے درپے ہوتی ہے اور عناصر شعری کے تجزیہ میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ قدامہ نے تنقید کے جو اصول مقرر کیے ہیں ان میں وہ اپنے خالص فلسفیانہ نقطۂ نظر سے اتنا متاثر ہوا ہے کہ ٹھیٹھ عقلی اصولوں کو زندہ شاعرانہ جذبات پر تطبیق دینے کی کوشش میں بسا اوقات غلط روی کا شکار ہو جاتا ہے جیسا کہ کتاب نقد الشعر میں مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔

اس کے برخلاف مؤلف نقد النثر کی ثقافت علمی و ادبی بنیادوں پر استوار ہے البتہ اس پر فلسفہ کا رنگ چڑھا ہوا ہے۔ اس کے عقلی رجحانات فلاسفہ کی ثقافت کے بجائے متکلمین کی ثقافت سے زیادہ اثر پذیر ہوئے ہیں۔ اور اس کی مذہبی ثقافت اپنے اندر بڑی وسعت رکھتی ہے۔ چنانچہ وہ دینی علوم میں کئی ایک کتابوں کا مالک ہے بلکہ وہ بیانی مسائل کی تشریح میں دینیات سے بھی مدد لینے کا عادی ہے یہ بالکل نیا پہلو ہے جو کسی طرح قدامہ کی علمی شخصیت سے مطابقت نہیں رکھتا۔

(ھ) اشعار کی پرکھ میں قدامہ کا طریقۂ بحث اچھوتا اور تفصیلی ہے۔ وہ سب سے پہلے طرزِ بیان کے ان مختلف مظہروں کو شمار کرتا ہے جن کا لمس ہماری قوتِ فکر کو محسوس ہوتا ہے اور جن پر ہماری عقلیت مہر تصدیق ثبت کرتی ہے اور جو سلامتی معانی کو قبول کرتے ہیں۔ بحث کا یہ خاص طریقہ ہے جس سے بعد

کے لوگوں میں سے ابن سنان خفاجی معنوی بلاغت کے مبحث میں متاثر ہوا ہے۔

مؤلف نقد النثر کا طریقہ نقد کلام میں شگفتہ ہونے کے باوجود اجمالی ہے۔ اس کی روش یہ ہے کہ طریق اداء کے اقسام و فنون سے سرسری طور پر بحث کرتا ہوا گزر جاتا ہے۔ بلاغت اور اس کے عناصر پہ نظر ڈالتا ہوا مطابقت مقتضی الحال کے نظریہ کو شاعر انشاپرداز اور مقرر کے قدروں پر چسپت کرتا جاتا ہے۔ حسن ادا کے مظہروں سے مفصل بحث کرنا اس کا شیوہ نہیں۔

(ح) قدامہ کا اسلوب نگارش آزاد بے تکلف اور رواں، سجع و ازدواج کی صنعتی پابندیوں سے قطعاً پاک ہے۔ لیکن مؤلف نقد النثر اس صاحب قلم کا انداز نگارش رکھتا ہے جو سجع کا دلدادہ، اور کم از کم ازدواج کا پابند ہو۔ دونوں کے اسلوب نگارش کا یہ فرق اس بات کی قوی دلیل ہے کہ نقد الشعر اور نقد النثر دو مختلف شخصیتوں کے قلم کی تراوش سمجھی جائیں۔ پھر ایسے دو شخصوں کے اسلوب کا فرق بدیہی ہوتا ہے جن میں سے ایک فلسفی مزاج رکھتے ہوئے ادب پر قلم اٹھائے اور دوسرا ادیبانہ طبیعت پانے کے باوجود فلسفی کا روپ دھارے۔ دونوں کتابوں کے مشترکہ اقدار کا باہمی موازنہ بھی اسی نتیجہ تک پہنچاتا ہے جسے ہم پہلے تسلیم کر چکے ہیں۔ گو یہ مشترک مواد کی فراوانی نہیں ہے تاہم جس حد تک کہ دونوں میں موضوعی اشتراک کے گوشے ملتے ہیں ان کو پیش نظر رکھا جائے تو انداز بحث و تحلیل اور طرز فکر و نظر کے اعتبار سے دونوں میں نیا پن پایا جاتا ہے۔ مثلاً تشبیہ کی بحث دونوں میں متباین ہے نقد الشعر میں جسے استعارہ قرار دیا گیا ہے نقد النثر میں اس سے قطعاً مختلف شئے کو استعارہ کہا گیا ہے۔ شعر کے حسن و جمال کا مفہوم قدامہ کے یہاں کچھ ہے اور مؤلف نقد النثر کے نزدیک کچھ اور۔

۲- دوم یہ کہ ابو عبد اللہ محمد بن ایوب جس کا نام مخطوطۂ نقد النثر کے اولین صفحہ پر مرقوم ہے۔ اس کی شخصیت بہتیرے اہل تحقیق کی نظروں سے اوجھل رہی۔ اور بعض مستشرقین نے اس کو مؤلف کتاب سمجھ لیا۔ وہ ایک اندلسی فقیہ اور قاضی ہے جس کا زمانہ ۵۳۰ھ سے ۶۰۸ھ تک رہا ہے۔ اس کو قدامہ کا شاگرد قرار دینا، جیسا کہ برو کلمان وغیرہ کا خیال ہے، صحیح نہیں۔ اور نقد النثر کا مؤلف

سمجھنا بھی غلط ہے۔ جیساکہ ورنبورغ، ہیوار، نفی دلا فیدا، کرتشقوفسکی وغیرہ نے سمجھ رکھا ہے ہمارے دلائل مندرجہ ذیل ہیں۔

(الف) کتاب زیر بحث کی ثقافت، علمی روح، نقطۂ نظر اور اس کے مشمولہ مباحث و مندرجہ اسماء یہ سب مجموعی طور پر اس امر کی تعیین و بیان کرتے ہیں کہ یہ کتاب چوتھی صدی کے اوائل میں لکھی گئی۔ کتاب میں ابن درید اور اس کی کتاب الملاحن کا حوالہ ملتا ہے۔ ابن درید مشہور لغوی ہے جو ۲۲۳ھ سے ۳۲۱ھ تک زندہ رہا۔ ابن التستری کا نام بھی ملتا ہے جو اسی زمانہ کا شخص ہے اور بنو الفرات کا پروردہ ہے۔ ابن التستری کا شمار ان ادیبوں میں کیا جاتا ہے جو سجع کے دلدادہ اور غریب و مانوس الفاظ و محاورات کا استعمال کرنا پسند کرتے تھے۔ وہ تیسری صدی کے اواخر یا چوتھی صدی کے آغاز تک بقید حیات رہا۔ اس کا باپ ابوسہل عبداللہ التستری ۲۸۲ھ میں فوت ہوا۔ غرض ابن درید اور ابن التستری کے حوالوں اور ان کی صحبت میں مؤلف نقد النثر کے رہنے کے قرائن سے ہمارے مذکورۂ بالا خیال کی تائید مزید ہوتی ہے۔

(ب) ابن سنان الخفاجی نے کتاب سر الفصاحہ میں اور عبدالقاہر جرجانی نے اسرار البلاغہ اور دلائل الاعجاز میں بعض ایسے نظریات کو پیش کیا ہے جن کی تفصیل ہمیں کتاب نقد النثر میں ملتی ہے چنانچہ فقرے رفاع میں عبدالقاہر نے جو طریقہ اختیار کیا ہے وہ دراصل مؤلف نقد النثر کا طریقہ ہے۔ اسی طرح ایجاز و الطناب کی بحث میں جابجا ابن سنان کی جو رائے ہے وہ دراصل نقد النثر کے مؤلف کا نقطۂ نظر ہے۔ بہرحال ابن سنان اور عبدالقاہر پانچویں صدی ہجری کے ادبا ہیں جو چھٹی اور ساتویں صدی کے ابن ایوب کی کسی تالیف سے خوشہ چینی کرنے کے لئے دوبارہ زندہ نہیں ہو سکتے تھے۔

(ج) ابن ایوب کا تعلق کتاب نقد النثر سے صرف اسی قدر ہے کہ چھٹی صدی کے اواخر میں اس کتاب کا ایک نسخہ اس کے لئے نقل ہوا تھا۔ اصل نسخۂ کتاب پر ابن ایوب کا نام اسی حیثیت سے ملتا ہے، وہ عبارت جس کے سمجھنے میں اہل تحقیق کو بڑی الجھنوں سے دوچار ہونا پڑا یہ ہے: "کتاب نقد النثر مما عنی بہ ابو الفرج قدامۃ بن جعفر الکاتب البغدادی رضی اللہ عنہ وارضاہ، للفقیہ المکرم ابی عبداللہ محمد بن ایوب بن محمد نفعہ اللہ بہ وھو الکتاب المعروف

بکتاب البرھان" (نسخۂ اسکوریال کا سرورق)

۳- سوم یہ کہ جب یہ کتاب قدامہ یا ابن ایوب کی تالیف نہیں ہوسکتی تو آخر علمائے ادب میں سے کس کی تالیف ہوسکتی ہے؟ اس سوال کے جواب میں میرا خیال پہلے یہ تھا کہ قدامہ کے کسی شاگرد کی کتاب ہوگی جو بعد میں استاذ کی طرف منسوب کردی گئی اور قدامہ کی کتاب نقد الشعر کی مناسبت کے پیش نظر اس کا نام نقد النثر رکھ ڈالا گیا۔ لیکن مزید بحث و تحقیق کے بعد یہ خیال غلط ثابت ہوا۔

ہوسکتا ہے کہ کتاب کا مؤلف قدامہ کا باپ ہو جس کا نام جعفر بن قدامہ بن زیاد ہے اور جس کی وفات ۳۱۹ھ میں ہوئی۔ جعفر فن انشا کے شیوخ میں شمار کیا گیا ہے اسے ادب سے وافر حصہ ملا تھا۔ اور علمی و فنی رموز و نکات کی خوب سوجھ بوجھ رکھتا تھا۔ کئی ایک کتابیں اس نے صنعۃ الکتابۃ اور دوسرے ادبی موضوعات پر لکھی تھیں۔ ذیل کے دلائل پیش کردہ احتمال کو تقویت پہنچاتے ہیں۔

(الف) کتاب کی داخلی روح اس امر کو ضروری قرار نہیں دیتی ہے کہ یہ کتاب قرن رابع کی متعینہ ثقافت ہی کا نتیجہ ہو بلکہ اس کی داخلی شہادت سے جو بات پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے وہ صرف یہ ہے کہ جاحظ (م ۲۵۵ھ) کے بعد قرن ثالث کے اواخر میں یہ کتاب لکھی گئی۔ حوالجات میں جن لوگوں کے نام مذکور ہیں وہ سب اسی قرن کے آخر تک کے لوگ ہیں۔ پھر اس کتاب کا جاحظ کی کتاب البیان والتبیین کے معارضہ میں لکھا جانا ہمارے دعویٰ کی توثیق مزید کرتا ہے۔ (مضمون نگار خفاجی نے یہاں اس نکتہ کو فراموش کردیا ہے کہ آخر اسی کتاب میں ابن درید م ۳۲۱ھ اور ابن المعتز کے حوالجات بھی ملتے ہیں اور یہ امر بعید از قیاس معلوم ہوتا ہے کہ جعفر بن قدامہ بن زیاد اپنے دو ہم عصروں کا حوالہ اتنی فراخ دلی کے ساتھ دے۔

(ب) جعفر کی اکثر کتابیں غلطی سے اس کے لڑکے قدامہ کی طرف منسوب کردی گئیں۔ چنانچہ بعض اہل تحقیق کو قدامہ کی بعض کتابوں کے بارے میں شبہ تھا وہ اس کو قدامہ کے والد کی تالیف قرار دیتے تھے مطرزی شارح مقامات حریریہ متوفی ۶۱۰ھ اسی زمرہ کا ترجمان گزرا ہے (جعفر کی اکثر کتابوں کا قدامہ سے منسوب کیا جانا عبد المنعم خفاجی کی اپج ہے جس کی تصدیق کسی مستند ذریعہ سے نہیں ہوتی مطرزی

کا بیان صرف کتاب نقد الشعر کی بابت ہے لہٰذا اس کے بیان سے قدامہ کی اکثر و بیشتر کتابوں کو مشکوک قرار دینا صحیح نہیں ہو سکتا)

(ج) خطیب بغدادی جن موضوعات پر جعفر کی کتابوں کا ذکر کرتے ہیں انہیں سے ایک صنعۃ الکتابۃ کا موضوع ہے۔ یہ واضح رہے کہ صنعۃ الکتابۃ نقد النثر اور البیان کچھ ایسے الفاظ و عنوانات ہیں جو بڑی حد تک ہم معنی ہیں۔ دراصل یہ تیسری صدی کی اصطلاحیں ہیں جن کی دلالت مشترکہ طور پر ان بیانی قواعد پر ہوتی تھی جو علمائے ادب و انشاء، دفتر انشاء سے متعلق کارپردازوں کی سہولت کیلئے وضع کرتے رہتے تھے۔ اصحاب قلم ان میں سے کسی عنوان کے تحت عربوں کے رموز بلاغت کو نظم و ترتیب دیتے اور ادبی اسالیب و طرق کی وضاحت کرتے تھے جن میں دسترس حاصل کرنا ایک 'کاتب' کے لئے ضروری تھا۔ کتاب نقد النثر میں یہ ساری باتیں پوری بسط و تفصیل سے ہمارے سامنے آتی ہیں۔ اور اس کتاب کا جعفر کی صنعتی کتابوں میں سے ہونے کا احتمال قوی ہو جاتا ہے۔

(د) شیعیت کے جو مظاہر نقد النثر میں نظر آتے ہیں ان کا تقاضا ہے کہ مؤلف کتاب کو دولت عباسیہ سے وہ خلوص ہرگز نہ رہا ہوگا۔ جو خلوص کہ قدامہ کو تھا۔ نیز اس کا مؤلف عباسیوں کے دفتری عہدوں سے اتنا ہی دور رہا ہوگا جتنا کہ جعفر بن قدامہ بن زیاد دور رہا (خفاجی کا یہ دعویٰ بحث طلب ہے۔ ان کے خیال کے مطابق اگر یہ صحیح ہے کہ جعفر عباسیوں کا مخلص نہ تھا، تو اس کا اثر ایک حد تک اس کے لڑکے قدامہ پر بھی پڑنا چاہیئے تھا۔ ظاہر ہے کہ قدامہ کی پرورش و تربیت میں اس کے ادیب و فرزانہ باپ کا حصہ نہ صرف علمی و ادبی حد تک بلکہ اخلاقی و سیاسی اقدار کے اعتبار سے بھی متعین رہا ہے۔ لہٰذا قدامہ کو بربنائے عہدہ و منصب دولت عباسیہ کا مخلص و خیر خواہ گردا ننا اور شیعیت سے بیزار قرار دینا اور اس کے باپ جعفر کو منصب و عہدہ سے دور رکھ کر شیعیت اور خلافت عباسیہ سے دل برداشتگی کے فرضی احتمالات کو اس دوری کے اسباب میں شمار کرنا دونوں باتوں میں کوئی تک نہیں ہے۔ اس پر مستزاد یہ ہے کہ جعفر کے بارہ میں یہ دعویٰ کہ وہ عہد عباسی میں کوئی منصب نہیں رکھتا تھا کم از کم قرینہ کے خلاف ہے۔ یہ مانا کہ جعفر کے سلسلہ میں خطیب بغدادی کے مختصر بیان کے علاوہ اور کوئی قدیم

دستاویز منظرِ عام پر نہیں آئی جس میں جعفر کا کسی منصب بلند پر سرفراز ہونا مذکور ہو۔ تاہم خطیب کے بیان سے یہ نتیجہ کہاں نکلتا ہے کہ عباسی دفتر میں جعفر کسی عہدہ پر متقرر نہ تھا۔ انصاف کی بات یہ ہے کہ خطیب کے یہ الفاظ کہ ھو احد مشائخ الکتاب (وہ مشیخت مآب کاتبوں میں ایک ہے) اگر جعفر کے متعلق صحیح ہیں تو غالب گمان یہ ہے کہ عباسی دیوان الکتابہ میں کسی بلند منصب پر وہ مامور بھی رہا ہوگا خواہ تاریخی روایات کا دامن اس کی تفصیل وتشریح سے خالی رہ گیا ہو۔ خطیب کا یہ اجمالی بیان دراصل خفاجی کے خیالات کی تردید کرتا ہے چہ جائیکہ خطیب کے اسی بیان کو وہ اپنے خیال کا محور قرار دیتے ہیں، فیا للعجب !)

مذکورہ بالا بحث کے نتائج کی مزید چھان پھٹک کے سلسلہ میں کچھ اور باتیں ذیل میں پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) ہمیں شبہ نہیں اور نہ کسی طالب تحقیق کیلئے اس امر میں شبہ کی گنجائش باقی رہ گئی ہے کہ نقد النثر ابن ایوب کی تالیف نہیں ہو سکتی اس کا فیصلہ ہم مفصل دلائل کی روشنی میں کرچکے ہیں (۲) قدامہ کی طرف اس کی نسبت کا غلط ہونا بہت سی قوی دلیلوں سے ثابت ہے۔ اگرچہ ایک جماعت اہل بحث وتحقیق کی ہماری رائے سے اتفاق نہیں رکھتی۔ اس مسئلہ کے بارے میں ابوحیان التوحیدی کی ایک عبارت یقیناً قابلِ توجہ ہے۔ یہ عبارت ابوحیان کی کتاب الامتاع والموانسۃ کی دوسری جلد میں میری نگاہ سے گزری ہے۔

ابوحیان بلاغۃ الشعراور بلاغۃ النثر پر بحث کرتا ہوا ایک جگہ رقم طراز ہے کہ: "قدامہ بن جعفر نے اپنی کتاب کے منزلۂ ثالثہ میں قسم نثر کا بیان جس شرح وبسط سے، تمام مثبت ومنفی پہلوؤں کی وضاحت کے ساتھ، کیا ہے اس کی مثال مجھ کو دوسرے مصنفین کے یہاں نظر نہیں آتی۔ وزیر علی بن عیسٰی نے مجھ سے بیان کیا ہے (۳۲۰ھ) میں قدامہ نے اپنی کتاب مجھے پیش کی تھی میں نے اس کا ناقدانہ مطالعہ کیا اور اس نتیجہ تک پہنچا کہ قدامہ نے بہت خوب کتاب لکھی ہے اور اس میں بحث کے ہر پہلو پر بڑی جامعیت کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔ خصوصاً منزلۂ ثالثہ میں فنون بلاغت پر اس کی

تحریر جس انداز کی ہے لفظی و معنوی اعتبار سے کوئی دوسرا صاحبِ قلم اس تحریر میں اس کا شریک و ہمسر نہیں بن سکتا۔ اس نے بڑے اچھوتے انداز میں پسندیدہ اور قابلِ تعریف نیز معیوب اور قابلِ احتراز باتوں کی نشان دہی کی ہے۔ اس انفرادی حیثیت میں قدامہ کا شریک صرف خلیل بن احمد کو قرار دیا جا سکتا ہے جس کو فنِ عروض کی تدوین و وضع میں انفرادیت حاصل ہے۔ لیکن خود قدامہ کے الفاظ اصل موضوع کی تشریح میں اس حد تک رکیک اور معیوب ہیں کہ وہ اپنے اصل مقصود سے بے خبر معلوم ہوتا ہے۔ پر یہ خامی علمی غزارت اور حسنِ تصور کے باعث پیدا ہوئی ہے۔

اس عبارت میں ابو حیان توحیدی نے اپنی زبان سے اور کبھی وزیر علی بن عیسیٰ کی زبانی جن باتوں کی نشان دہی کی ہے وہ درج ذیل ہیں۔

۱۔ قدامہ، نثر نگاری اور فنون بلاغہ کی لفظی و معنوی قسموں کے بیان میں جو اس کی کتاب کے منزلۂ ثالثہ میں درج ہے متقدمین پر فوقیت لے گیا ہے۔

۲۔ قدامہ اپنی اس تالیف کی وجہ سے جس رتبۂ بلند کا مستحق ہے وہ اس سے پہلے صرف خلیل بن احمد کو واضع عروض ہونے کی حیثیت سے حاصل ہوا ہے۔

۳۔ مولفہ بالا کتاب وزیر علی بن عیسیٰ کے مطالعہ کے لئے سنہ ۳۲۰ھ میں پیش کی گئی تھی۔

۴۔ وصفِ بلاغہ میں قدامہ کا اسلوب نگارش خامیوں اور عیبوں سے پاک نہیں رہا جس پر وزیر مذکور نے گرفت کی ہے لیکن اس بارہ میں خود وزیر نے قدامہ کی معذرت ظاہر کردی ہے جو معاصرین کے درمیان قدامہ کے علمی مرتبہ کی بلندی ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر قدامہ کی کونسی کتاب تھی جو قرن رابع کے بلند ترین ادبی شخصیت کے ان دو نمائندوں ابو حیان توحیدی اور علی بن عیسیٰ وزیر کی غیر معمولی پسندیدگی و قدر دانی کا مرکز بنی رہی۔ کیا نقد النثر ہی وہ کتاب ہو سکتی ہے؟ مجھے یقین ہے کہ اس سے نقد النثر مراد نہیں لی جا سکتی بلکہ وہ کوئی اور کتاب ہے جس کا نام میں بہت جلد بتاؤں گا۔

کتاب نقد النثر طرزِ تالیف کے لحاظ سے منزلوں میں ترتیب نہیں دی گئی ہے۔ اس میں ایک ...

ثالثہ کا وجود نہیں جس میں لفظ و معنی کے اعتبار سے فنونِ بلاغہ کا بیان درج ہو۔ جو کلام کی جیتی درد لی قسموں کو بتائے جیسا کہ وزیر کا بیان ہے۔ کتاب نقد النثر میں مصطلحہ بیان ان اقسام چہارگانہ سے عبارت ہے بیان بالحال، بیان بالاعتقاد، بیان بالکتابہ، اور بیان باللسان، جس کو مؤلف نقد النثر بیان بالعبارہ سے تعبیر کرتا ہے۔ اس کتاب میں عربی طرز نگارش اور دوسری زبانوں کے مشترک اسالیبی خصائص سے بحث کے علاوہ خالص عربی زبان کے خصائص پر الگ سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہ مابہ الامتیاز خصائص اشتقاق، تشبیہ، لحن، استعارہ، لغز، وحی، مبالغہ، حذف، تقدیم و تاخیر، اختراع وغیرہ ہیں جو تنہا عربی زبان کا سرمایہ ہیں۔ ان کے علاوہ کتاب نقد النثر کو اوصاف شعر اور اوصاف نثر مثلاً خطابہ ترسل، مجادلہ، محادثہ سے بھی تعلق رہا ہے۔ وزیر علی بن عیسٰی کے بیان میں جس موضوع کا ذکر ملتا ہے اس کی تفصیل قدامہ کی کتاب نقد الشعر میں ملتی ہے۔ اور اس کی دوسری کتابوں میں بھی مل سکتی ہے لیکن نقد النثر کو ان نشان دادہ مباحث سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ اسی طرح لفظی و فنی جہتوں سے فنون بلاغہ کا بیان جس کی طرف وزیر کا اشارہ ہے وہ بھی نقد النثر میں موجود نہیں۔

توحیدی کی رائے میں قدامہ اپنی کتاب کی وجہ سے انفرادی شان رکھتا ہے۔ اور وزیر علی بن عیسٰی کے خیال میں وہ جس رتبۂ عالی کا مستحق ہے، وہ اس سے پہلے صرف خلیل بن احمد کو بحیثیت واضع علم العروض حاصل ہوا۔ بالفرض اگر ان دونوں کی مراد نقد النثر ہے تو یہ غور کرنے کی بات ہے کہ یہ کتاب سچ مچ ایسی اچھوتی ہے کہ قدامہ کو اتنے بلند علمی پایہ کا مستحق قرار دیتی ہو۔ اس سوال کا جواب یقیناً نفی میں ملے گا۔ اس لئے کہ نقد النثر بلحاظ جدت فکر ہرگز اس پایہ کی کتاب نہیں ہے کہ خلیل بن احمد کی کتاب عروض کی برابری کر سکے۔ یا نقد الشعر میں قدامہ کے جس اچھوتے انداز کا ہم مشاہدہ کرتے ہیں اس کے مقابلہ میں بھی کتاب نقد النثر کچھ قیمت نہیں رکھتی۔ نقد النثر میں ہر جگہ مقلدانہ ذہنیت پھوٹی پڑتی ہے اور ہر موقع پر ارسطو اور جاحظ کی تقلید کا رنگ غالب ہے۔ اس میں زیادہ سے زیادہ فن بیان کے ان ابتدائی عناصر کی تدوین نظر آتی ہے جو قدامہ کے عہد میں یا اس کے عہد سے کچھ پیشتر بحث و تحقیق کی دنیا میں غیر مربوط طور پر منتشر تھے۔

وزیر علی بن عیسٰی نے جس اسلوب نگارش پر نکتہ چینی کی ہے وہ دراصل قدامہ کا معروف

منطقی اسلوب ہے، جس کا احساس ہمیں کتاب نقد الشعر میں بھی ہوتا ہے۔ اس کے برعکس کتاب نقد النثر کا اسلوب بلاغت آمیز اور بھرپور ہے جو ہر پہلو سے جمال فن کا آئینہ دار اور بارونق نظر آتا ہے۔ اگر وزیر مذکور کی مراد یہی کتاب ہوتی تو اس کے اسلوب پر ایسی شدید نکتہ چینی کرنے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا۔ غرض نقد النثر وہ کتاب نہیں ہو سکتی ہے جس پر ابو حیان اور وزیر علی بن عیسیٰ نے تبصرہ کیا ہے۔ پھر وہ کونسی کتاب ہے ہمیں اس کا نام ضرور معلوم کرنا چاہیئے تاکہ شک و ارتیاب رفع ہو جائے اور بحث و استدلال کی راہ ہموار ہو سکے۔

میری رائے میں وہ کتاب کچھ اور ہے۔ نقد النثر نہیں ہو سکتی کہ درحقیقت اس کا قدامہ سے کوئی تعلق نہیں۔ نقد الشعر بھی نہیں ہو سکتی جس کی نسبت قدامہ سے مسلّم ہے اور جس پر آمدی نے تنقید کی ہے اور عبد اللطیف بن یوسف نے شرح لکھی ہے۔

قدامہ کی ایک تالیف نقد الشعر کے علاوہ کتاب فی صنعۃ الکتابۃ تھی جس پر نقد النثر کا گمان کرنا قطعی طور پر غلط ہے۔ کشف الظنون کے مصنف نے قدامہ کی ایک کتاب کا نام سر البلاغۃ فی الکتابۃ بتایا ہے۔ اسی طرح الینرداوی نے کمال البلاغہ میں لکھا ہے کہ قدامہ کی ایک تالیف موضوع کتابہ پر تھی (کمال البلاغہ: ص ۱۷)۔ لہٰذا بعید نہیں کہ التوحیدی اور علی بن عیسیٰ اور وزیر کا مقصود ان دو کتابوں یعنی صنعۃ الکتابہ اور سر البلاغہ فی الکتابہ میں سے ایک ہو۔ ممکن ہے کہ دراصل قدامہ کی ایک ہی کتاب کے یہ دو نام ہوں۔ بہر حال کم از کم ایک کتاب فن بلاغت پر ضرور تھی۔ ہمیں اس بات کا یقین ہے کہ نقد النثر ان دو کتابوں میں سے کسی ایک سے بھی تعلق نہیں رکھتی ہے۔ اور اس کو قدامہ کی مؤلفات بیانیہ میں شمار کرنا ہی صحیح نہیں۔ اس کی مزید تائید الینرداوی کے ان لفظوں سے ہوتی ہے جو اس نے قدامہ کی کتاب کے بارہ میں لکھے ہیں۔ انما فصول منتخوجۃ من مسائل الکتاب الخ (کمال البلاغہ:- ص ۱۶، ۱۹)

(بقیہ صفحہ ۱۲۴ پر ملاحظہ فرمائیے)